مولانا سید محمد میاں

قومی مصارف اور ذرائع آمدنی

کتاب اللہ کے اشارات

قرآن حکیم کا یہ کمال ہے کہ اس نے جہاں صَرف (خرچ) کا کوئی مد بیان کیا ہے تو ساتھ ہی اس کی آمدنی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

نیکی (۱) دنیا کے ہر ایک مذہب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو نیک بنانا چاہتا ہے۔ قرآن حکیم نیکی کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ مالی نظام کے اس حصہ کو جو فرد کی معیشت اور معاشرت سے تعلق رکھتا ہے، اس کو بھی وہ نیکی کا ضروری باب گردانتا ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ ہو لفظ نیکی بے معنی ہے اور کوئی فرد خواہ کتنا ہی عبادت گذار، کتنا ہی شب بیدار ہو، مسلسل روزوں پر روزے رکھتا ہو اور رات دن تسبیح جپتا ہو، جب تک نیکی کے اس باب کو عمل میں نہیں لائے گا، وہ صالح اور نیک نہیں ہو گا۔ سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۷۷ کا خلاصہ ہے:

" نیکی اور بھلائی یہ نہیں ہے کہ (عبادت کے وقت) اپنا مُنہ پورب کی طرف پھیر لو یا پچھم کی طرف۔ (اور ظاہری رسوم کی پابندی کرو) نیکی یہ ہے کہ اپنی اصلاح اور شخصیت کی تعمیر اس طرح کرو۔

(الف) اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، خدا کے تمام نبیوں پر تمہارا ایمان ہو۔ (عقیدہ صحیح ہو جو بنیادی شرط ہو)

(ب) اور اس وقت جبکہ (اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں موجود ہوں، ان کی ذمہ داریاں تم پر لازم ہوں، جن کے پورا کرنے کے لئے خود تمہیں) مال محبوب ہو، تم یہ محبوب مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کی امداد، سائلوں کا سوال پورا کرنے اور گردنوں کو چھڑانے میں خرچ کرو۔

(ج) پورے آداب وشرائط کے ساتھ نماز قائم کرو۔

(د) زکوٰۃ ادا کرو۔

(ھ) اپنی بات کے پکے رہو، جب قول وقرار کرو، تو اس کو پورا کرو۔

(و) اور تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف وہراس کا وقت ہر حال میں صبر (ضبط وتحمل اور استقلال)

سے کام لو، یہی ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور یہی ہیں متقی اور پرہیزگار۔

اس آیت میں خرچ کے دو مد بیان کئے گئے ہیں:

(۱) ضرورت مندوں کی امداد ــــ وہ بالغ ہو یا نابالغ (یتیم) رشتہ دار ہوں یا اجنبی، مسافر (وطن یا غیر وطن کے) یا سائل۔

(۲) گردن چھڑانا، یعنی غلام آزاد کرنا یا مقروض کا قرض ادا کرنا۔

خرچ کی طرح آمدنی کے بھی دو مد بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۱۔ زکوٰۃ ۲۔ عطیہ۔ زکوٰۃ کی رقم ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے گی، البتہ ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہو جاتا ہے (مثلاً اولاد یا ماں باپ) ان کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جائیگی۔ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ زکوٰۃ کی رقم کسی تبادلہ میں بھی نہیں دی جا سکتی، لہذا آزاد کرنے کے لئے جو غلام خریدا جائے گا اس کی قیمت اپنے پاس سے دینی ہوگی، جس کو ہم نے عطیہ کہا ہے، البتہ اس سے اسلام کا مزاج معلوم ہوگیا کہ اس کی نظر میں گردن چھڑانے کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کو نیکی کے مفہوم میں داخل اور خرچ کی ضروری مدات میں شامل کیا گیا ہے۔

ان مدات کے لئے ضروری نہیں ہے کہ نظام حکومت کو واسطہ بنایا جائے، اگر مسلمانوں کی حکومت نہ ہو یا مسلمانوں کی حکومت مطالبہ نہ کرے تب بھی نیک کردار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان مدات پر خرچ کیا جائے یعنی جس طرح نماز، روزہ یا خود اپنے اہل و عیال کا نفقہ ہر مسلمان پر ہر حال میں فرض ہے خواہ وہ دارالاسلام میں ہو یا کسی غیر مسلم حکومت کے ماتحت زندگی گزارتا ہو ایسے ہی خرچ کے یہ مدات بھی مسلمان کے لئے لازمی فرائض میں داخل ہیں۔

دوسری ضرورتیں اور مداتِ آمدنی غریبوں کا پیٹ بھر دینے، ضرورت مندوں کی ذاتی اور شخصی ضرورتیں پوری کر دینے، غلاموں کی گردن چھڑا دینے یا مقروضوں کا قرض ادا کر دینے سے ترقی پذیر قوم و ملت کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہو جاتیں۔

اُمت اسلامیہ جس کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ (حق و صداقت کی علمبردار بن کر پوری دنیا کو اس حقیقت کا مشاہدہ کرائے کہ وہ دستورِ اساسی اور کانسٹی ٹیوشن یا مینی فسٹو جس کو کلمۃ اللہ کہنا چاہیئے صرف اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ سب سے بلند و بالا رہے) وہ اپنے اس نصب العین میں کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک روحانی عظمت و احترام، اخلاقی اقتدار و برتری کے ساتھ مادی ترقیات میں بھی اس کا قدم سب سے آگے اور اتنا آگے نہ ہو کہ دوسرے قدم وہاں تک پہنچتے پہنچتے تھک جائیں۔

فراد کی ہئیت اجتماعی کا نام ملت ہے۔ یہ ہئیت اجتماعی ترقی کے قطب مینار پر اسی وقت پہنچ سکتی
اس کے افراد کی غالب اکثریت ترقی کے تمام زینے طے کر چکی ہو۔

اگر مسلمان ارشادِ ربانی (وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِین) کے مضمرات کو اپنا جذبۂ عمل
لامحالہ ان کی تعلیم کا میدان دوسری قوموں کے تعلیمی میدانوں سے بہت زیادہ وسیع ہوگا اور اس بنا پر
یمی مصارف بھی دوسری قوموں کے مقابلہ پر بہت زیادہ ہوں گے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ
کی تعلیم کے لئے صرف وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں کافی نہیں ہوں گی جن میں عصری تعلیم، سائنس
فلسفہ طبیعات، فلکیات یا ڈیفنس اور دفاعی و جنگی فنون کی تعلیم دی جاتی ہو اور ان کا ماہر بنایا
بلکہ ان کو ایسی درسگاہوں، تربیت گاہوں اور ایسے دارالعلوموں کی بھی ضرورت اور اتنی ہی شدید
ہی ضرورت ہوگی، جہاں مذہبی تعلیم اور اخلاق اور روحانیت کی تربیت اور تکمیل ہو سکے تاکہ مسلم نوجوانوں
بسطرح عصری علوم اور فنونِ جدیدہ کا ماہر ہو، وہ خداشناسی، حقیقت شناسی، حقوق شناسی اور
خلاق و کردار کا بھی کامل نمونہ ہو کہ وہ "شہداء علی الناس" بن سکے اور خداوند عالم کی حجت
ہو سکے۔

بالفاظِ دیگر اگر کمیونسٹ روس کے بجٹ کا ساٹھ فی صدی تعلیم پر صرف ہوتا ہے تو خلافتِ
کو اپنے بجٹ کا اسی فیصدی تعلیم کے لئے مخصوص کرنا پڑے گا تاکہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم
سکے اور دنیا امام غزالی، ابن رشد اور رازی جیسے ائمہ علوم و فنون کے فیوض برکات سے بہرہ یاب ہو سکے

یہ کتنی رقم ہوگی، کہاں سے فراہم ہوگی، قرآن حکیم اس کا جواب دینے سے پہلے یہ تحقیق کرتا ہے کہ
رت کس کی ہے، ضرورت مند کون ہے؟

تعلیم و تربیت اور ترقی، فرد کی ضرورت ہے یا اللہ تعالیٰ کی؟ بعنوان دیگر فرد کی ضرورت ہے یا
ت کی۔ اپنی اور اپنی اولاد کی ترقی کی ضرورت، بڑے سے بڑے دولت مند امیر و کبیر کو بھی ایسی ہے جیسے
ں آدمی کو۔ اس ضرورت کے لحاظ سے امیر کبیر اور بڑے سے بڑا دولت مند بھی حاجت مند اور قرآن حکیم
الفاظ میں فقیر ہے۔

تعلیمی ضرورتوں کے علاوہ اور بھی ضرورتیں ہیں جن [illegible] پوری قوم کی [illegible] ترقی [illegible]
یں، نہریں، پل، مسافر خانے اور ترقی پذیر دور کے لحاظ سے ذرائع مواصلات و مراسلات (ڈاک، تار
ی اور ہوائی سروسیں وغیرہ) مگر یہ تمام ضرورتیں خود قوم کی ضرورتیں ہیں، خدا کی ضرورتیں نہیں ہیں،،،،
لہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ وہ ان مدات پر خرچ کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو ان تمام رقوم کو جو ان مدات

کے لئے عطا کی جائیں، اپنے ذمہ قرض مان لیتا ہے اور اس مدکو خود اپنی مدد قرار دیتا ہے اور بڑی
سے وعدہ فرماتا ہے۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (سورہ حج ۲۲
(یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا، ان کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ قوت
والا سب پر غالب ہے)

ان وسیع اور ہمہ گیر ضرورتوں کو سامنے رکھیئے، پھر سورہ محمد کی اس آخری آیتوں کا مطالعہ
ان آیتوں کے مفہوم اور منشاء پر غور کرتے ہوئے جیسے جیسے صَرف کی مدات آپ کے سامنے آئیں گی، مدات
کا سراغ بھی مل جائے گا۔ آیات کا مضمون یہ ہے (اللہ تعالیٰ اہل ثروت کو خطاب فرما رہے ہیں)

"دیکھو، دیکھو، تم ہی کو خاص تم ہی کو دعوت دی جا رہی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرو، پھر تم میں سے کچھ وہ ہیں، جو (خرچ نہیں کرتے) بخل کرتے ہیں، یاد رکھو جو بخل کرتا ہے وہ خدا سے نہیں خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ بے نیاز ہے (یہ تعلیمی، تعمیری، ترقیاتی اور دفاعی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں جن کی بناء پر تم اگر دولت مند ہو تب بھی) فقیر اور حاجت مند ہو، اس حقیقت کو سمجھو اور پورے حوصلہ سے خرچ کرو (اور اگر خرچ سے) منہ موڑتے ہو (تو یقین رکھو تباہی اور بربادی تمہارا انتظار کر رہی ہے، مگر برباد تم خود ہو گے، خداوند عالم کی ذات باقی اور بے نیاز ہے اسے کبھی کوئی زوال نہیں آ سکتا، تم فنا ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو تمہارا بدل کر دیگا، وہ تم جیسے نہیں ہوں گے (سورہ محمد ع ۴، آیت ۳۸)"

تناسب سالانہ بچت کا ڈھائی فیصدی جس کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے، وہ فقیروں، یتیموں، بیو
اور مسکینوں کا مخصوص حصہ ہے۔ اس میں سے ان تعمیری اور تعلیمی مدات پر خرچ نہیں کیا جائیگا۔
مدات کے لئے اصحاب حیثیت کو اور رقم فراہم کرنی ہوگی۔ اس کا تناسب کیا ہو۔ یہ تناسب ضرورتوں
لحاظ کرتے ہوئے خود اہل ثروت طے کریں یا وہ معتمد یا اہل الرائے طے کریں جو عہد نبوی (علی صاحبہ الـ
والسلام) کے "عرفاء" کی طرح اپنے قبیلے یا اپنی آبادی کی نمائندگی کرتے ہوں۔ خرچ کرنے والوں اور
کرنے والوں کو قید و بند اور ضبطی جائیداد جیسی کسی قانونی سزا کی دھمکی نہیں دیگئی، البتہ نتیجے سے
کر دیا گیا ہے، وہی دھمکی ہے، تنبیہ کر دیگئی ہے کہ بخل کا نتیجہ خود ان کے اپنے حق میں بخل ہوگا، اس
زیادہ بخل کیا ہو سکتا ہے کہ انسان خود اپنے ہاتھوں اپنا مستقبل خراب کرے اور چند ٹکے بچانے
خاطر عام تباہی اور بربادی مول لے لے۔